حقیقتِ ایمان (۶)

ڈاکٹر اسرار احمد کا سلسلۂ خطابات
مرتّب : ابو عبد الرحمٰن شبیر بن نور

(مضمون کے تسلسل کے لئے ملاحظہ ہو حکمت قرآن' اکتوبر نومبر ۱۹۹۶ء)

ایمان بالرّسالت کا خصوصی مقام

جیسا کہ ہم نے بیان کیا شرعی اور فقہی اعتبار سے اصل ایمان' ایمان بالرسالت ہے۔ اگر کوئی شخص موحّدِ کامل ہو' کردار کے اعتبار سے اونچے مقام پر ہو لیکن رسول کو نہ مانے تو وہ کافر ہے۔ اس کی ساری توحید' اخلاق اور کردار کی ایمان کے اعتبار سے کوئی قدر و قیمت نہیں جب تک کہ وہ رسول کو نہ مان لے۔ تو معلوم ہوا کہ ایمان بالرسالت کی شرعی' فقہی اور قانونی حیثیت اتنی زیادہ ہے کہ ایک اعتبار سے ایمان بالرسالت' ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ پر بھی حاکم ہے۔ کیونکہ ایمان باللہ بھی صرف وہی معتبر ہو گا جو اُن اسماء و صفات کے ساتھ ہو جن کی خبر ہمیں رسول اللہ ﷺ سے ملی ہے۔ اپنے طور پر کسی وجودِ مطلق' Universal Spirit' رُوحِ کائنات' یا واجب الوجود کو مان لینا اللہ تعالیٰ پر ایمان شمار نہیں ہو گا جب تک کہ یہ ایمان "آمَنْتُ بِاللّٰہِ کَمَا ھُوَ بِاَسْمَائِہٖ وَ صِفَاتِہٖ" (میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر اس کے اسماء و صفات سمیت ایمان لایا) کی کیفیت کا حامل نہ ہو۔ اور یہ اسماء و صفات ہمیں یا تو قرآن حکیم سے ملے ہیں جو ہمیں رسولؐ کے ذریعے ملا ہے یا پھر سنّتِ مطہرہ سے معلوم ہوئے ہیں۔ بہرحال ہمیں ایمان باللہ کے باب میں جو بھی معلومات حاصل ہوئیں ایمان بالرسالت کے حوالے سے ملیں۔ چنانچہ محض کسی کو خالق مان لینا "ایمان باللہ" شمار نہیں ہو گا۔ اسی طرح محض کسی کو رُوحِ کائنات مان لینا بھی ایمان باللہ شمار نہیں ہو گا جب تک کہ اس ہستی کے لئے وہ اسماء و صفات نہ تسلیم کئے جائیں جن کا علم ہمیں رسالت کے واسطے سے ہوا ہے۔

اسی اصول کے مطابق ایمان بالآخرۃ بھی صرف وہی معتبر ہو گا جو ان تمام تفصیلات کے ساتھ ہو جن کی خبر ہمیں محمد رسول اللہ ﷺ نے فراہم کی ہے۔ محض مجازات' قانون مجازات اور انسانی وجود و حیات کا کوئی تسلسل مان لینا ایمان بالآخرت نہیں کہلا سکتا۔ موت' رُوح کی پرواز' قبر' حسابِ قبر' قبر کی نعمتیں یا سزائیں' بعث بعد الموت' حشر و نشر' حاضری محشر' شفاعت کبریٰ' وزن اعمال' جزاء و سزا' حساب کتاب' پل صراط' جنت اور دوزخ' جنت کی نعمتیں یا دوزخ کی سزائیں اور عقوبتیں' یہ تمام چیزیں جو پوری تفصیلات کے ساتھ ہمیں احادیث نبویہ (۱) سے ملی ہیں ان کو دل کی گہرائی سے مانا جائے تب دینی اور شرعی اعتبار سے یہ ایمان بالآخرت کہلائے گا' ورنہ مجرد رُوح انسانی کا تسلسل یا وجودِ انسانی کی بقاء کو اگر کوئی مانتا بھی ہے تو یہ ایمان بالآخرۃ نہیں ہے۔

ایمان کے مراتب

ایمان کے مراتب بہت زیادہ ہیں' اس لئے کہ ایمان کی intensity یعنی ایمان کی قوت یا شدت جسے ہم علم الیقین' عین الیقین اور حق الیقین سے تعبیر کرتے ہیں' یہی ایمان کے مراتب ہیں۔ ایمان کی گہرائی اور گیرائی کے اعتبار سے بھی بے شمار مراتب ہیں' مثلاً ایک عام دیہاتی کے ایمان اور ایک عالم' دانا اور حکیم انسان کے ایمان میں زمین و آسمان کا فرق ہو گا۔ اسی طرح کسی صحابی رسول کے ایمان کے مقابلہ میں عام مسلمان بلکہ کسی کامل ولی کے ایمان میں بھی بہت نمایاں فرق ہو گا ع گر حفظِ مراتب نہ کنی زندیقی! خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک طرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان اور دوسری طرف کسی عام صحابی کے ایمان میں' ظاہر بات ہے' زمین و آسمان کا فرق ہے۔ چنانچہ حدیث میں

---

(۱) تفصیل اور دلیل کے ساتھ ان چیزوں کا مطالعہ کرنا ہو تو الاستاذ عبد الملک الکلیب کی عربی تالیف اھوال القیامۃ کا مطالعہ از حد مفید ہے جسے ابو عبد الرحمٰن شبیر بن نور نے اردو کا جامہ پہنایا ہے۔ ترجمہ نہایت آسان اور سلیس ہے۔ نیز احادیث کی محدثانہ انداز میں تحقیق و تخریج بھی کر دی گئی ہے۔

آیا ہے کہ میدان حشر میں اہل ایمان کو نور عطا ہو گا[۲]۔ یہ مضمون سورۃ الحدید اور سورۃ التحریم میں دو جگہ بیان ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

﴿ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ ﴾

"اُن کا نور اُن کے سامنے اور دائیں طرف دوڑ رہا ہو گا۔"

اسی آیت کی تشریح میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو نور اہلِ ایمان کو عطا ہو گا اس کے مختلف درجے ہیں۔ کسی کو اتنا نور عطا ہو گا کہ روشنی مدینہ منورہ سے صنعاء تک پہنچے گی (صنعاء یمن کا ایک شہر ہے' فی زمانہ بھی ہم کسی ایسی روشنی کا تصور نہیں کر سکتے کہ انسان کی بنائی ہوئی کوئی روشنی اتنی دور تک پہنچ سکے' سورج یا چاند کی روشنی کی بات اور ہے) اور کسی کے پاس صرف اس قدر نور ہو گا کہ قدموں کے آگے روشنی ہو جائے جیسا کہ ٹارچ کی روشنی ہوتی ہے۔ جسے اتنی روشنی مل جائے وہ بھی بڑا خوش نصیب ہو گا۔ اس لئے کہ وہ پُل صراط سے تو گزر جائے گا' ٹھوکریں کھا کر گرے گا تو نہیں۔ بہرحال میدانِ حشر میں ملنے والے نور کی قوت و طاقت ایمان حقیقی کے اعتبار سے ہو گی' جیسا ایمان ہو گا ویسا ہی نور ہو گا اور ان کے درمیان مختلف درجات و مراتب ہوں گے۔

---

(۲) علامہ جلال الدین السیوطی اپنی معروف تفسیر الدر المنثور ۵۲/۸ ط دار الفکر بیروت میں سورۃ الحدید آیت ۱۲ کی تفسیر میں یہ حدیث لائے ہیں :

عن قتادۃ رضی اللہ عنہ ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ و سلم قال : ((ان من المومنین یوم القیامۃ من یضیء لہ نورہ کما بین المدینۃ الی عدن ابین الی صنعاء فدون ذلک حتی ان من المومنین من لا یضیء لہ نورہ الا موضع قدمیہ و الناس نازل باعمالھم)) (بحوالہ مصنف عبد الرزاق و عبد بن حمید و ابن المنذر) (و بروایت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما المستدرک ۴۷۸/۲)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا : "قیامت کے روز اہل ایمان میں سے کسی کا نور تو مدینہ منورہ سے لے کر عدن تک صنعاء سے بھی آگے تک روشنی کر رہا ہو گا اور کسی کا اس سے کم ہو گا' حتیٰ کہ بعض اہل ایمان کا نور قدموں کی جگہ تک ہی روشنی کرے گا اور لوگ اپنے اپنے اعمال کے اعتبار سے مختلف درجات پر ہوں گے"

(اضافہ از مرتب غفرلہ)

ایمان کے دو رُخ

ایمان کے ان دونوں رُخوں یا پہلوؤں کو سمجھنے کے لئے چند اصولی باتیں سمجھ لیجئے :

(۱) ظاہری ایمان —— بمقابلہ —— باطنی ایمان

(۲) قانونی ایمان —— بمقابلہ —— حقیقی ایمان

(۳) لسانی ایمان —— بمقابلہ —— قلبی ایمان

(۴) دنیا میں معتبر ایمان —— بمقابلہ —— آخرت میں معتبر ایمان

ایمان کو سمجھنے کے لئے ہمیں مذکورہ بالا اُمور پر مختلف زاویوں سے غور کرنا ہے۔ ایمان مجمل کے الفاظ پر ذرا غور کریں۔ فرمایا گیا : "آمَنْتُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِاَسْمَائِهٖ وَ صِفَاتِهٖ وَ قَبِلْتُ جَمِيْعَ اَحْكَامِهٖ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَ تَصْدِيْقٌ بِالْقَلْبِ"۔ معلوم ہوا کہ اقرارٌ باللّسان اور تصدیقٌ بالقلب ایمان کے دو رُخ ہیں۔ ان دونوں میں سے سب سے اہم جس پر ساری بحث کا دارومدار ہے وہ ہے تصدیق بالقلب' یہ خفیہ اور باطنی چیز ہے اور دل کی کیفیت ہے۔ اس کی صحیح تحقیق دنیا میں نہیں ہو سکتی' ہمارے پاس اس کی Verification' توثیق یا تردید اور اثبات یا نفی کا کوئی ذریعہ نہیں۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ فلاں شخص کے دل میں ایمان ہے یا نہیں ہے' اس لئے کہ ہماری رسائی وہاں تک ہو ہی نہیں سکتی۔ آخرت میں اُس ذات سے سابقہ پیش آئے گا جو "عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ" ہے' یعنی جو دل کی اتھاہ گہرائیوں میں پلنے والی سوچ کو بھی جانتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○ ﴾ (التغابن : ۴)

"وہ آسمان و زمین کی ہر ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور جو کچھ تم چھپاؤ اور جو ظاہر کرو وہ سب کو جانتا ہے' اللہ تو دل کی باتوں تک کو جانتا ہے۔"

لہٰذا آخرت میں حساب کا سارا دارومدار تصدیق بالقلب پر ہو گا۔ فرض کریں ایک شخص دنیا میں مسلمانوں کا قائد بنا ہوا ہے' اگر وہ آخرت میں تصدیق بالقلب سے خالی پہنچا تو اس

کا دعویٔ ایمان کسی کام کا نہ ہو گا۔ البتہ دنیا میں تصدیق بالقلب تحقیق و تفتیش کا موضوع نہیں بن سکتا' اس لئے کہ اس کو ہم Verify کر ہی نہیں سکتے' اس کے بارے میں اثبات یا نفی کا حکم لگا ہی نہیں سکتے۔ لہٰذا اس دنیا میں جس بنیاد پر کسی کے ایمان کا فیصلہ یا معرفت ہو گی وہ زبان کا قول و اقرار ہے۔ دنیا کے اندر یہی فیصلہ کن ہو گا۔

حقیقتِ ایمان سمجھنے میں چند اشکال اور ان کی وضاحت

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

﴿ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَتَبَیَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا' تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا فَعِنْدَاللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِیْرَةٌ ﴾ (النساء : ۹۴)

"اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں جا رہے ہو (جہاد کے لئے نکلو) تو تحقیق کر لیا کرو اور جو تم سے "السلام علیکم"[۳] کہے تم اسے یہ نہ کہہ دو کہ تو ایمان والا نہیں۔ تم دُنیوی زندگی کے اسباب کی تلاش میں ہو تو اللہ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں"

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صرف سلام کرنے والے یا اطاعت پیش کرنے والے کو

---

(۳) ﴿ اَلْقٰی اِلَیْكُمُ السَّلَامَ ﴾ کے دو ترجمے کئے گئے ہیں' یعنی تمہیں سلام کرے یا تمہارے سامنے اطاعت پیش کرے اور لفظی معنی ہے سلام کرے یا السلام علیکم کہے۔ یہ بھی گویا کہ اظہار اسلام کا ذریعہ تھا کہ میں بھی مسلمان ہوں ——— مولانا تھانویؒ نے ترجمہ کیا ہے "جو اطاعت ظاہر کرے"۔ حضرت شیخ الہند مولانا سید محمود حسن شاہ صاحبؒ نے ترجمہ کیا ہے "جو سلام کرے" اور اسی ترجمہ کو مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ اور مولانا امین احسن اصلاحیؒ نے اختیار کیا ہے۔ میرے خیال میں مولانا اشرف علی تھانویؒ کا اختیار کردہ ترجمہ "جو اطاعت ظاہر کرے" زیادہ بہتر ہے۔ "تم اسے مت کہو کہ تم مومن نہیں ہو"۔ اصول یہ طے پایا کہ اگر اسے مسلمان مان لیا تو اس کی جان و مال دونوں محفوظ اور اگر سلام کرنے والے کو مسلمان تسلیم نہ کیا جائے تو اسے قتل کیا جا سکتا ہے اور اس کا مال مالِ غنیمت شمار کیا جا سکتا ہے۔ (ماخوذ)

مومن تسلیم کرکے اسے پورے حقوق دے دیئے۔ دوسری طرف اہل ایمان کی پہچان ان الفاظ میں بیان کی' فرمایا :

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ' اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴾

(الحجرات : ۱۵)

"مومن تو صرف وہ ہیں جو ایمان لائیں اللہ پر اور اس کے رسول پر' پھر ہرگز شک نہ کریں اور جہاد کریں اللہ کی راہ میں اپنی جانوں کو کھپا کر اور مال لگا کر' صرف یہی لوگ دعوائے ایمان میں سچے ہیں۔"

سورۃ الحجرات کی اس آیت میں ایمان کے دو لازمی نتائج بیان کئے گئے ہیں' یعنی باطنی طور پر دل میں یقین کی کیفیت اور ظاہری طور عمل میں جہاد کا مظاہرہ۔ انہی دونوں نتائج کو مزید تفصیل سے سورۃ الانفال کی آیات ۲ تا ۴ میں ان الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا :

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا' لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ ﴾

"مومن تو بس وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر ہو تو ان کے دل کانپ جائیں' جب اس کی آیات پڑھ کر سنائی جائیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہوں' جو نماز قائم کرتے ہوں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہوں' یہ ہیں سچے مومن' ان کے لئے ان کے رب کے پاس درجات بھی ہیں اور بخشش بھی اور رزق کریم بھی ہے"۔

ان آیات کو سورۃ الانفال ہی کی آیت ۷۴ کے ساتھ ملا کر پڑھیں تو بات مزید واضح ہو جاتی ہے۔ فرمایا :

﴿ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا' لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ ﴾

"وہ لوگ جو ایمان لائے 'جنہوں نے ہجرت کی 'جنہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا' اور وہ لوگ جنہوں نے انہیں پناہ دی اور ان کی مدد کی (مہاجرین اور انصار) یہی ہیں سچے مومن' ان کے لئے خطاؤں سے درگزر و مغفرت ہے اور بہترین رزق"۔

اب غور کیجئے 'ایک طرف قرآن کہہ رہا ہے کہ جو تمہیں سلام کرے یا صرف اطاعت ظاہر کرے تم اس سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ تم مومن نہیں ہو (النساء : ۹۴) اور دوسری طرف قرآن مجید نے قبولیت ایمان کے لئے اتنی عظیم اور بھاری بھرکم تفصیلات جاری کردی ہیں (سورۃ الحجرات آیت ۱۵ اور سورۃ الانفال آیات ۲' ۳' ۴ اور ۷۴)۔ اس اشکال کو حل کرنے سے پہلے حدیث رسول اللہ ﷺ میں موجود "ظاہری تضاد" کو بھی سامنے رکھ لیں۔

ایک طرف آپ ﷺ نے فرمایا : ((مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّةَ)) [۴] "جس کسی نے اخلاص کے ساتھ لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ کہا وہ جنت میں داخل ہو گیا"۔ اس حدیث میں تو پھر بھی امکان ہے کہ کچھ سزا جھیل کر یا کچھ وقت جہنم میں گزار کر پھر جنت میں چلا جائے 'لیکن ایک دوسری حدیث جسے حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' کے الفاظ ہیں :

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : ((مَنْ شَهِدَ اَنْ لَاَّ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلَ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ)) [۵]

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو یوں فرماتے سنا : جو آدمی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے اللہ نے اس پر آگ کو حرام کر دیا"۔

---

(۴) کشف الاستار ۱/۱۱' ج ۷ و مسند احمد ۵/۲۳۶ علامہ الالبانی نے حدیث کو صحیح کہا ہے' ملاحظہ ہو سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ح ۲۳۵۵۔

(۵) صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی من مات علی التوحید دخل الجنہ قطعًا ح ۲۹ و مسند احمد ۵/۳۱۸ و سنن الترمذی کتاب الایمان باب ماجاء فیمن یموت..... ح ۲۶۳۸ اور دیگر صحابہ کرام سے بھی یہ روایت موجود ہے' ملاحظہ ہو مسند احمد ۳/۱۳۵ اور ۴۵۱' ۴/۴۰۲۔ ۵/۲۳۶۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس پر آگ حرام ہے' لہٰذا جہنم میں جانے کا سوال ہی نہیں۔ اس سے ایک قدم اور آگے جاتے ہیں۔ ایک حدیث میں بڑے بڑے گناہوں کا بھی تذکرہ ہے۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ :

اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْہِ ثَوْبٌ اَبْیَضُ وَھُوَ نَائِمٌ ثُمَّ اَتَیْتُہٗ وَقَدِ اسْتَیْقَظَ فَقَالَ : ((مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ ثُمَّ مَاتَ عَلٰی ذٰلِکَ اِلاَّ دَخَلَ الْجَنَّۃَ)) قُلْتُ : وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ؟ قَالَ : ((وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ)) قُلْتُ : وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ؟ قَالَ : ((وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ)) قُلْتُ : وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ؟ قَالَ : ((وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ عَلٰی رَغْمِ اَنْفِ اَبِی ذَرٍّ)) (۶)

"میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سفید کپڑا اوڑھے سو رہے تھے۔ دوبارہ حاضر ہوا تو آپ بیدار ہو چکے تھے۔ اس موقع پر آپؐ نے فرمایا : "جس بندے نے بھی لا اِلٰہ اِلا اللہ کہا پھر وہ اسی پر مرگیا وہ جنت میں داخل ہو

(۶) صحیح البخاری' کتاب اللباس' باب الثیاب البیض ح ۵۴۸۹ نیز متعدد مقامات پر' و صحیح مسلم کتاب الایمان باب من مات لا یشرک باللہ شیئا دخل الجنۃ... ح ۹۴ و سنن الترمذی کتاب الایمان باب ماجاء فی افتراق ھذہ الامۃ ح ۲۶۴۴ و مسند احمد ۱۶۶/۵ و صحیح ابن حبان ۳۹۲/۱ کتاب الایمان باب فرض الایمان ح ۱۶۹ و ۱۷۰ و ۱۹۵ و ۲۱۳ و مسند ابو دائود الطیالسی ح ۴۴۴ و شرح السنہ للبغوی ۹۹/۱ باب من مات لا یشرک باللہ شیئا ح ۵۴ و کتاب الایمان لابن مندہ ح ۸۴ و ۸۵ و ۸۶ و مسند ابی عوانہ ۱۹/۱ حدیث کی اہمیت کی وجہ سے سارے دستیاب حوالے ذکر دیئے ہیں ورنہ صرف بخاری و مسلم کا حوالہ بھی کفایت کر جاتا (مرتب غفرلہ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ انتہائی درویش صفت اور عابد و زاہد صحابی تھے' آپؓ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : "مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی زُھْدِ عِیْسٰی فَلْیَنْظُرْ اِلٰی اَبِی ذَرٍّ" (جس کو حضرت عیسٰی علیہ السلام کا زہد دیکھنا ہو وہ ابوذر کو دیکھ لے) سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی ح ۲۳۴۳ بعض روایات میں "تواضع" کا لفظ بھی آیا ہے۔ (ماخوذ)

گیا"۔ میں نے دریافت کیا: خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو؟ آپؐ نے فرمایا: "خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو"۔ میں نے دوسری دفعہ دریافت کیا: خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو؟ آپؐ نے فرمایا: "خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو"۔ میں نے تیسری دفعہ دریافت کیا: خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو؟ آپؐ نے فرمایا "ابوذر کے ناک کے علی الرغم خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو (وہ جنت میں داخل ہو گا)"۔

اب ایک طرف اس معنیٰ کی احادیث موجود ہیں (ہم نے صرف چند ایک کا تذکرہ کیا ہے) جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف کلمۂ توحید کہنے سے انسان جنت میں داخل ہو جائے گا اور اس پر آگ حرام ہے خواہ اس نے برائیوں کا ارتکاب کیا ہو' دوسری طرف ایسی احادیث موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف کبائر بلکہ محض کج خلقی پر بھی ایمان کی نفی ہو جاتی ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ والی روایت میں گناہ کبیرہ کی بات آئی تھی' فوری تقابل کرتے ہوئے گناہ کبیرہ کے ضمن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی روایت بھی دیکھ لیں:

عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَا يَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ' وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ' وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ' وَلَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً ذَاتَ شَرْفٍ يَرْفَعُ الْمُسْلِمُوْنَ اِلَيْهَا اَبْصَارَهُمْ وَهُوَ حِيْنَ يَنْتَهِبُهَا مُؤْمِنٌ)) (۷)

---

(۷) صحیح البخاری کتاب المظالم باب النهبی بغیر اذن صاحبه ح ۲۳۴۳ نیز ح ۵۲۵۶ و ۶۳۹۰ و ۶۴۲۵ و صحیح مسلم کتاب الایمان بیان نقصان الایمان بالمعاصی .... الخ ح ۵۷ (سات سندوں کے ساتھ) و سنن ابی دائود کتاب السنه باب الدلیل علی زیادة الایمان و نقصانه ح ۴۶۸۹ و سنن الترمذی کتاب الایمان باب ماجاء لایزنی الزانی وهو مومن ح ۲۶۲۵ و سنن النسائی کتاب الاشربه باب ذکر الروایات المغلظات فی شرب الخمر ح ۵۶۷۵ و ۵۶۷۶ و سنن ابن ماجه کتاب العتق باب النهی عن النهبة ح ۳۹۳۶ و صحیح ابن حبان ۱/۴۱۴ ح ۱۸۶ و سنن البیهقی ۱۰/۱۸۶ و سنن الدارمی ۲/۸۷ ح ۱۹۸۳ و ۲/۱۱۵ ح ۲۱۰۸ و=

"کوئی زانی حالت ایمان میں زنا نہیں کرتا' کوئی چور حالت ایمان میں چوری نہیں کرتا' کوئی شرابی حالت ایمان میں شراب نہیں پیتا اور کوئی اچکا حالت ایمان میں ایسی چیز نہیں اٹھاتا جس کی کوئی قیمت ہو اور مسلمانوں کی نگاہیں اس کی طرف متوجہ ہوتی ہوں۔"

تو گویا ایسے کبائر کی وجہ سے ایمان کی نفی ہو گئی۔ اسی طرح اگر کسی مسلمان میں امانت داری کا وصف نہیں ہے تو اس کے بارے میں بھی ایمان کی نفی وارد ہوئی ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ :

قَلَّمَا خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلاَّ قَالَ : ((لاَ اِيْمَانَ لِمَنْ لاَّ اَمَانَةَ لَهُ وَلاَ دِيْنَ لِمَنْ لاَّ عَهْدَ لَهُ)) (۸)

"شاذ ہی کبھی ایسا ہوا ہو گا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا ہو اور آپ نے اس میں یہ الفاظ نہ فرمائے ہوں : "لاَ اِيْمَانَ لِمَنْ لاَّ اَمَانَةَ لَهُ وَلاَ دِيْنَ لِمَنْ لاَّ عَهْدَ لَهُ" یعنی جو امانت دار نہیں ہے اس کا کوئی ایمان نہیں اور جو عہد کی وفا نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں ہے۔"

ایک دوسری حدیث میں یہ موضوع اور زیادہ وضاحت اور شدت کے ساتھ آیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

((وَاللّٰهِ لاَ يُؤْمِنُ' وَاللّٰهِ لاَ يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لاَ يُؤْمِنُ)) قِيْلَ وَمَنْ يَّارَسُوْلَ

= مسند احمد ۳۷۶/۲ و کتاب الایمان لابن مندہ ح ۵۱۰ و ۵۱۱ و ۵۱۲ و مصنف ابن ابی شیبہ ۳۲/۱۱ و الشریعہ للاجری ص ۱۱۳ و شرح السنہ للبغوی ۸۷/۱ باب الکبائر ح ۴۶ و ۴۷۔ یہاں بھی بخاری و مسلم کا حوالہ بہت کافی تھا لیکن حقیقت ایمان سمجھنے میں یہ حدیث اہم مقام رکھتی ہے اس لئے دستیاب حوالوں سے تخریج کردی ہے۔ واضح رہے کہ یہ حدیث حضرت ابن عباس' ابن عمرو اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔

(۸) مسند احمد ۱۳۵/۳ و ۱۵۴ و ۲۱۰ و البیہقی السنن الکبری ۲۸۸/۶ و ۲۳۱/۹ و صحیح ابن حبان ۴۲۲/۱ کتاب الایمان باب فرض الایمان ح ۱۹۴ و مصنف ابن ابی شیبہ ۱۵۹/۶ ح ۳۰۳۱۱۔ اور حدیث حسن ہے۔

اللّٰہِ؟ قَالَ ((اَلَّذِیْ لَا یَاْمَنُ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ)) (۹)

"خدا کی قسم وہ شخص مومن نہیں ہو سکتا' خدا کی قسم وہ شخص مومن نہیں ہو سکتا' خدا کی قسم وہ شخص مومن نہیں ہو سکتا"۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول' کون شخص؟ فرمایا: "وہ شخص کہ جس کی ایذا رسانی سے اس کا پڑوسی چین میں نہیں ہے"۔

ذرا غور کریں کہ اس حدیث میں نہ کسی گناہ کبیرہ کا تذکرہ ہے نہ عرف عام کے مطابق کسی بڑے جرم کی بات ہے۔ پھر بھی کس قدر زور دے کر بلکہ تین مرتبہ قسم کھا کر فرمایا: ایسا آدمی مومن نہیں ہے۔

آگے بڑھ کر ایک اور حدیث کو دیکھیں۔ مختلف کتب حدیث میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے جو حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ (۱۰) کے ساتھ یا بعض روایات کے مطابق حضرت اسامہ اور ایک دوسرے انصاری صحابی رضی اللہ عنہما کے ساتھ پیش آیا۔ ہوا یوں کہ ایک جنگ میں ان کا مقابلہ ایک کافر کے ساتھ ہو گیا اور اس پر قابو پالیا گیا۔ جب کافر نے دیکھا کہ اب تو میرا کوئی بس نہیں چل سکتا تو اس نے جھٹ "اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ رَسُوْلُہٗ" کہہ دیا۔ اس موقع پر انصاری صحابیؓ نے تو اپنا نیزہ روک لیا البتہ حضرت اُسامہؓ نے وار کر کے اس کافر کو ہلاک کر دیا۔ بعض روایات کے مطابق اس کے بعد

---

(۹) صحیح البخاری کتاب الادب باب اثم من لا یامن جارہ بوائقہ ح ۶۰۱۶ و صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان تحریم ایذاء الجار ح ۴۶ (لفظ مختلف ہیں) و مسند احمد ۲/۲۸۸ و ۳۳۶ و المستدرک للحاکم ۱/۱۰ و ۴/۱۶۵ یہی حدیث حضرت ابو الشریح سے بھی مروی ہے' ملاحظہ ہو صحیح البخاری حوالہ سابقہ و مسند احمد ۴/۳۱ و ۶/۳۸۵۔

(۱۰) حضرت اُسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما حضور کو بہت پیارے تھے بالکل پوتوں کی طرح' کیونکہ حضرت زیدؓ کو آپ ﷺ نے اپنا منہ بولا بیٹا بنایا ہوا تھا۔ ایک عرصے تک تو وہ زید بن محمدؐ ہی کہلاتے رہے' پھر جب سورۃ الاحزاب میں یہ حکم نازل ہو گیا کہ اسلام میں متبنی کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ انہیں ان کے والد کے نام سے پکارا جائے تو اس کے بعد حضرت زید رضی اللہ عنہ کو زید بن حارثہ کہا جانے لگا اور حضرت اُسامہ ان کے بیٹے تھے (ماخوذ)

حضرت اُسامہؓ کو ذہنی خلش لاحق ہو گئی اور انہوں نے رسول اللہؐ سے دریافت کیا اور دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات کسی طرح آپ ﷺ کو معلوم ہو گئی تو آپ نے از خود حضرت اُسامہ سے دریافت کیا اور معلوم ہو جانے پر شدید ناراضگی کا اظہار کیا۔ فرمایا :

((مَنْ لَكَ بِلاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا قَالَهَا مَخَافَةَ السَّلاَحِ۔ قَالَ : ((اَفَلاَ شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهٖ حَتّٰى تَعْلَمَ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ قَالَهَا اَمْ لاَ؟ مَنْ لَكَ بِلاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟)) فَمَا زَالَ يَقُوْلُهَا حَتّٰى وَدِدْتُ اَنِّيْ لَمْ اُسْلِمْ اِلاَّ يَوْمَئِذٍ)) (۱۱)

"قیامت کے روز لا الٰہ اِلا اللہ کے استغاثے سے تم کو کون بچائے گا؟" میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اُس نے تو ہتھیار کے ڈر سے یہ کلمہ پڑھا تھا۔ آپؐ نے فرمایا : تم نے اس کا دل چیر کے کیوں نہ دیکھ لیا تاکہ تمہیں معلوم ہو جاتا کہ اس نے ڈر سے کہا یا صدقِ دل سے کہا۔ سوچو قیامت کے روز لَا اِلٰہ اِلاَّ اللّٰہ کے استغاثے سے تم کو کون بچائے گا؟" آپؐ نے یہ جملہ اس تکرار کے ساتھ کہا کہ میں تمنا کرنے لگا کہ اے کاش میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا"۔

آپ ﷺ نے حضرت اُسامہؓ کے پیش کردہ عذر کی نفی نہیں کی' بس اس بات پر زور دیا کہ کل قیامت کے روز جب "لا اِلٰہ اِلا اللہ" کا کلمہ استغاثہ لے کر اللہ کے حضور پیش ہو جائے گا تو کیا جواب دو گے' کیا منہ دکھاؤ گے' کیونکہ یہ کلمہ تو کلمۂ سلامتی ہے' اسلام کا کلمہ ہے' جس نے یہ کلمہ ادا کر دیا اسے تو سلامتی مل گئی۔ (۱۲)

---

(۱۱) سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب علی ما یقاتل المشرکون ح ۲۶۴۳ یہی حدیث تھوڑے لفظی اختلاف کے ساتھ ملاحظہ کریں : صحیح البخاری کتاب المغازی باب ۴۴ ح ۴۰۲۱ و کتاب الدیات باب ۱ ح ۶۴۷۸ و صحیح مسلم کتاب الایمان باب تحریم قتل الکافر بعد ان قال لا اِلٰہ الا اللّٰہ ح ۹۶۔

(۱۲) محترم ڈاکٹر صاحب حفظہ اللّٰہ کے جملے کی بنیاد درج ذیل حدیث ہے : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا : "مجھے حکم ملا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے =

مذکورہ بالا آیات اور احادیث کو سامنے رکھ کر غور کریں تو متعدد سوالات سامنے آتے ہیں۔

۱۔ آیا تصدیق و اقرار سے ہی نجات اخروی مل جائے گی یا عمل صالح بھی مطلوب ہے؟

۲۔ عمل صالح ایمان کا جزو ہے یا اضافی چیز ہے؟

۳۔ ارتکابِ کبائر سے ایمان ختم ہو جاتا ہے؟ یا وقتی طور پر اوپر اُٹھ جاتا ہے؟ یا علیٰ حالہٖ باقی رہتا ہے؟

۴۔ کیا ایمان اعمال صالحہ سے بڑھتا ہے؟ اور گناہوں سے کم ہوتا ہے؟ یا اس کی کیفیت و ماہیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا؟

یہ سوالات یقیناً خاصے ثقیل ہیں اور ان کو سمجھے بغیر حقیقت ایمان کو پانا بھی ناممکن ہے' اس لئے ان کے جوابات جاننا اشد ضروری ہیں۔ ان جوابات کو جاننے اور اچھی طرح سمجھنے سے پہلے "حقیقت ایمان' اعمال صالحہ کا اس کے ساتھ تعلق اور گناہوں کے ایمان پر اثرات" کا سمجھنا انتہائی ضروری ہے۔

مختلف مکاتیب فکر کے ہاں 'ایمان' کی تعبیر و توجیہہ

تاریخ اسلام کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتقادات کی تعبیر و توجیہہ کے سلسلہ میں متعدد گروہ پیدا ہوئے ہیں۔ ان گروہوں کے اعتقادات اور دلائل کا پہلے مطالعہ کرلیں تاکہ نتائج تک پہنچنے میں آسانی ہو۔

۱) خوارج [۱۳]

عقیدہ : عمل صالح ایمان کا جزو لازم یا جزو لاینفک ہے۔ اگر اس جزو کو ساقط کر دیا جائے

= جنگ کرتا رہوں جب تک وہ لاالٰہ الااللہ نہ کہہ دیں اور جس نے لاالٰہ الااللہ کہہ دیا اس کو جان و مال کی سلامتی مل گئی مگر حق اسلام کے ساتھ اور اس کا حساب اللہ کے ذمے ہے" (بخاری' مسلم' ترمذی' ابوداؤد اور نسائی)

(۱۳) خوارج سے منسوب فرقہ اس وقت دنیا میں کہیں نہیں ہے بس عمان کے علاقے میں رماتیہ=

تو کُل بھی ساقط ہو جاتا ہے ـــــ اور اسلام کا دارومدار ایمان پر ہے' لہٰذا اگر عمل صالح نہیں ہے' بالخصوص اگر گناہ کبیرہ کا ارتکاب ہوا ہے تو نہ ایمان باقی بچا اور نہ اسلام کام آیا اور انسان کفر میں داخل ہو گیا۔

نتیجہ : گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر قرار پایا' ملت اسلام سے باہر نکل گیا' مرتد قرار پایا' اس کی جان مال سب کچھ مباح و حلال ہو گئے اور وہ واجب القتل ہو گیا۔

خوارج کے بارے میں اہل اسلام کا فیصلہ : عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک امت کا اِس بات پر اجماع ہے کہ خوارج اسلام سے باہر ہیں' کافر ہیں اور واجب القتل ہیں۔ اسی لئے خلیفہ برحق حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کے خلاف قتال کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا۔

۲) معتزلہ

عقیدہ : ان کا عقیدہ اور خوارج کا عقیدہ ایک ہے کہ عمل صالح ایمان کا جزو لازم ہے۔ اگر اس جزو کو ساقط کر دیا جائے تو کُل ساقط ہو جاتا ہے ـــــ اور اسلام کا دارومدار ایمان پر ہے لہٰذا اگر عمل صالح نہیں ہے اور بالخصوص اگر گناہ کبیرہ کا ارتکاب ہوا ہے تو نہ ایمان باقی بچا اور نہ اسلام کام آیا۔ تاہم معتزلہ کے نزدیک وہ کافر نہیں ہوا صرف اسلام و ایمان سے نکلا ہے۔

نتیجہ : گناہ کبیرہ کا مرتکب اسلام سے تو نکل گیا البتہ کافر نہیں ہوا' لہٰذا مرتد اور کافر والے احکام اس پر لاگو نہیں ہوں گے۔ گویا ان کے نزدیک کفر و اسلام کے درمیان بھی

= فرقے کے نام سے ایک گروہ پایا جاتا ہے جن کے اعتقادات خوارج سے قریب تر ہیں لیکن اس قدر متشدد نہیں بلکہ معتدل قسم کے لوگ ہیں۔ دوسری بات یہ نوٹ کر لیں کہ خوارج ذاتی زندگیوں میں انتہائی پارسا تھے' فرائض کے پابند اور کبائر سے کوسوں دور رہنے والے' کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے انسان اسلام سے نکل کر کفر میں داخل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ان کی عمل میں پارسائی کسی کو غلط فہمی میں مبتلا نہ کر دے بلکہ حقائق کو دلائل کی روشنی میں سمجھنا چاہئے ظاہر پر نہیں جانا چاہئے۔ (ماخوذ)

کوئی منزل ہے اور وہ کفر و اسلام کے درمیان لٹکا ہوا ہے۔ معتزلہ کے موقف کو ذرا غور سے دیکھا جائے تو یہ خوارج والا موقف ہی ہے' بس اس پر کافروں والے احکام نافذ نہیں ہوتے یعنی وہ نہ مرتد ہے نہ واجب القتل' نہ اس کی ذات حلال الدم اور نہ اس کا مال حلال۔ البتہ یہ طے ہے کہ معتزلہ کے نزدیک بھی خوارج کی طرح کبیرہ گناہ کا مرتکب اسلام اور ایمان سے خارج ہو گیا۔

۳) محدثین

عقیدہ : امام مالک' امام شافعی' امام احمد بن حنبل' امام بخاری اور دیگر محدثین رحمہم اللہ کا عقیدہ ہے کہ : "الایمانُ قولٌ و عملٌ یزید بالطاعةِ وَ یَنْقصُ بِالْمَعْصِیَةِ" یعنی "ایمان قول و عمل کا نام ہے' جو اطاعت و نیکی سے بڑھتا ہے اور گناہ کرنے سے کم ہو جاتا ہے"۔

ان حضرات کے نزدیک بھی عمل ایمان کا لازمی جزو ہے لیکن گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے انسان نہ ایمان و اسلام سے نکلتا ہے اور نہ ہی کفر میں داخل ہوتا ہے (۱۴)۔

نتیجہ : گناہ کبیرہ سے انسان ایمان و اسلام سے نکلے گا تو نہیں البتہ گناہ کی کمیت و کیفیت کی نسبت سے ایمان کم ہو جائے گا۔

۴) فقہاءِ احناف

عقیدہ : ایمان نام ہے تصدیق و اقرار کا' یعنی دل سے تصدیق اور عمل میں اقرار۔

---

(۱۴) محدثین کی عظیم اکثریت صرف "تارک نماز" کو اسلام سے خارج قرار دیتی ہے جبکہ وہ بالکلیہ ہی چھوڑ بیٹھے۔ اس کے علاوہ دس کام ایسے ہیں جو انسان کو اسلام سے خارج کر دیتے ہیں جو کہ "نواقض اسلام" کے نام سے مشہور ہیں۔ محدثین کے ساتھ ساتھ فقہاء احناف بھی ان کے قائل ہیں : (۱) شرک اپنی جملہ اقسام کے ساتھ (۲) اللہ اور بندوں کے درمیان واسطے بنانا (۳) کافروں یا مشرکوں کو کافر نہ ماننا' (۴) شریعت محمدی میں نقص نکالنا (۵) شرعی احکام سے بغض رکھنا (۶) شرعی احکام کا مذاق اڑانا (۷) جادو کرنا یا کروانا (۸) مسلمانوں کے مقابلے میں کافروں کی مدد کرنا (۹) کسی کو شرعی احکام سے مستثنیٰ قرار دینا (۱۰) اللہ کے دین سے بے رخی اختیار کرنا۔ (اضافہ از مرتب ابو عبد الرحمٰن)

چاہے کوئی آدمی گناہ کبیرہ بھی کرے اس کو کافر نہیں کہا جائے گا البتہ اعمال سے ایمان کی کمیت میں کمی بیشی ہوتی ہے (نیک اعمال سے اضافہ اور گناہوں کی وجہ سے کمی) تاہم تصدیق جوں کی توں رہتی ہے۔

نتیجہ : کبیرہ گناہوں کے باعث کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی' البتہ جن احادیث میں کبیرہ گناہوں کی وجہ سے ایمان کی نفی کی گئی ہے اس کی توجیہہ فقہاء احناف کے نزدیک یہ ہے کہ "یہ کمال ایمان کی نفی ہے' نفس ایمان کی نفی نہیں۔ اس طرح "واللہِ لا یؤمِنُ" کا ترجمہ ان کے نزدیک ہوگا "خدا کی قسم اس شخص کا ایمان کامل نہیں"۔ احناف کے موقف میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اگر رائی کے دانے کے برابر بھی کسی انسان کے دل میں ایمان ہے تو بالآخر وہ سزا پاکر جہنم سے نکل آئے گا اور جنت میں داخل ہوگا۔

نوٹ : محدّثین کا موقف اور فقہاءِ احناف کا موقف اہل سنّت و جماعت ہی کا موقف سمجھا جاتا ہے۔ ان میں کہیں کہیں فرق تو ضرور ہے لیکن باہم قریب تر ہیں۔

۵) مُرجئہ

عقیدہ : ایمان صرف اعتقاد و اقرار کا نام ہے' ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا جس طرح کہ کفر کے ہمراہ کوئی نیکی فائدہ نہیں دیتی۔ مومن صرف ایمان کی بدولت جنت میں جائے گا اور کافر اپنے کفر کی پاداش میں جہنم میں جائے گا' اس سے اعمال کا کوئی تعلق نہیں۔

نتیجہ : مُرجئہ کے نزدیک دل میں ایمان رکھنے والا اور زبان سے اقرار کرنے والا مکمل مومن ہے اور چاہے فرائض کی پابندی کرے یا نہ کرے' جنت کا حقدار ہے۔ کبیرہ گناہ جتنے چاہے کرتا رہے' وہ کسی شکل میں جہنم میں نہیں جائے گا۔

مُرجئہ اور اہل سنت میں اصولی فرق : مُرجئہ کے نزدیک مومن جہنم میں داخل ہی نہیں ہوگا جبکہ اہل سنت یعنی احناف اور محدثین کے نزدیک ایمان کے بعد نجات کا دارو مدار اعمال پر ہے۔ اگر نیکیوں کا پلڑا بھاری رہا تو بمشیۃ اللّٰہ وہ بغیر سزا کے ہی جنت میں چلا

جائے گا اور اگر نیکیوں کے مقابلہ میں گناہوں کا پلڑا بھاری رہا تو اپنے گناہوں کی سزا پا کر دہ بالآخر جہنم سے نکل آئے گا اور جنت میں داخل ہو گا۔

نصوصِ تبشیر (جن آیات و احادیث میں خوشخبریاں وارد ہوئی ہیں) اور نصوصِ وعید و نذیر (جن آیات و احادیث میں دھمکی و سخت گیری وارد ہوئی ہے) کو جمع کرنے کے بعد اہل سنت کا موقف ہی برحق ہے۔

٦) کرامیہ

عقیدہ : کرامیہ کے نزدیک ایمان نام ہے بس لا اِلٰہ الا اللہ کہنے کا' یعنی صرف قول کا۔ دل میں تصدیق ہے یا نہیں' اعمال صالحہ کا اہتمام ہے یا نہیں اور کبائر سے پرہیز کیا ہے یا نہیں کیا' اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لا اِلٰہ الا اللہ زبان سے پڑھ دیا بس کافی ہو گیا۔

نتیجہ : مذکورہ بالا ایمان کے بعد بس جنت پکی اور جہنم سے آزادی یقینی ہے' زندگی جس طرح چاہو گزارتے رہو۔

مُرجئہ اور کرامیہ میں فرق : عملاً مُرجئہ اور کرامیہ میں کوئی فرق نہیں' کیونکہ مُرجئہ کے نزدیک تصدیق شرط ہے جس کا فیصلہ دنیا میں نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا دونوں کا موقف یہی ہے کہ بس لا اِلٰہ اِلا اللہ کہو اور جنت کے "زبردستی حقدار" بن جاؤ۔

۷) اشاعرہ

عقیدہ : ایمان صرف اعتقاد کا نام ہے اور اقرار شرط کا درجہ رکھتا ہے جزو نہیں۔ کیونکہ شرعی احکام اقرار سے منسلک ہیں لہٰذا اقرار شرط ہے۔

مُرجئہ اور اشاعرہ میں فرق : مُرجئہ کے نزدیک تصدیق قلبی اور زبانی اقرار ایمان کے اجزاء ہیں جبکہ اشاعرہ کے نزدیک صرف تصدیق کا نام ایمان ہے' اقرار تو اظہارِ ایمان کا ذریعہ ہے۔

اشاعرہ کے مسلک کی بنیاد

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ :

اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ وَمُعَاذٌ رَدِیْفُهٗ عَلَی الرَّحْلِ' قَالَ : ((یَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ)) قَالَ : لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَیْكَ' قَالَ : ((یَا مُعَاذُ)) قَالَ : لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَیْكَ' ثَلَاثًا' قَالَ : ((مَا مِنْ اَحَدٍ یَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ' صِدْقًا مِنْ قَلْبِهٖ' اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَی النَّارِ)) قَالَ : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اَفَلَا اُخْبِرُ بِهِ النَّاسَ فَیَسْتَبْشِرُوْا؟ قَالَ : ((اِذًا یَتَّکِلُوْا)) وَاَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهٖ تَاَثُّمًا)) (۱۵)

"ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ سواری پر تھے اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے' آپؐ نے فرمایا "اے معاذ بن جبل" انہوں نے جواب دیا : "اے اللہ کے رسول میں حاضر اور متوجہ ہوں"۔ آپ ﷺ نے دوبارہ کہا : "اے معاذ" انہوں نے جواباً کہا : "میں حاضر اور متوجہ ہوں" اور پھر اسی طرح تیسری دفعہ کہا۔ پھر آپؐ نے فرمایا : "جو کوئی بھی دل کی سچائی کے ساتھ گواہی دے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبودِ حقیقی نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اللہ نے اس پر آگ کو حرام کر دیا ہے۔" حضرت معاذؓ نے دریافت کیا : کیا میں لوگوں کو یہ خوشخبری نہ دے دوں تاکہ وہ بھی خوشیاں منائیں؟ آپؐ نے فرمایا : "تب تو وہ اسی بات پر سہارا کر کے بیٹھ جائیں گے"۔ حضرت معاذ نے یہ حدیث موت کے وقت بتلائی تاکہ علم چھپانے کے جرم میں گناہگار نہ ہو جائیں"۔

اس حدیث سے اشاعرہ اور مُرجئہ کے موقف و مسلک کی تائید ہوتی ہے۔

وضاحت

رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ کو ایک علم دیا اور ساتھ ہی منع بھی کر دیا کہ اسے

---

(۱۵) صحیح البخاری کتاب العلم باب من خص بالعلم قوما دون قوم ح ۱۲۸ و صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنة قطعًا ح ۳۲۔ و دیگر کتب حدیث۔

عام نہ کیا جائے' کیونکہ ہر آدمی تو دلائل شریعت کو پوری گہرائی سے نہیں سمجھ سکتا اور حضرت معاذ نے اس راز کو سینے میں دبائے رکھا تاکہ آپ ﷺ کے حکم کی نافرمانی نہ ہو جائے اور پھر زندگی کے آخری لمحات میں اسے بیان کر دیا کہ کہیں کتمانِ علم کا جرم ان کے ذمے نہ لکھ دیا جائے۔ یہاں سے یہ قاعدہ واضح ہو جاتا ہے کہ ہر بات ہر انسان کو نہیں بتائی جا سکتی۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: "حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُوْنَ اَتُحِبُّوْنَ اَنْ يُكَذَّبَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ"[۱۶] "لوگوں کو اتنی بات بیان کرو جو ان کی سمجھ میں آ سکے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلا دیا جائے"۔

۸) اہلِ تشیّع

عقیدہ: اہل تشیّع کا عقیدہ معتزلہ والا ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب اسلام سے تو نکل جاتا ہے البتہ کفر میں داخل نہیں ہوتا۔ البتہ اہل تشیّع نے ایک قدم آگے بڑھایا اور دنیا میں ہی فیصلے کرنے شروع کر دیئے کہ فلاں مومن ہے' فلاں مسلمان ہے' فلاں منافق ہے اور فلاں کافر ہے۔ حالانکہ ان چیزوں کے صحیح فیصلے تو قیامت کے روز ہوں گے' دنیا میں تو ہم صرف ظاہر کے اعتبار سے فیصلہ کریں گے' کسی کا دل چیر کر تو نہیں دیکھ سکتے۔ اسی جرأت کا نتیجہ ہے کہ اہل تشیّع کے نزدیک صرف چند صحابہ مومن تھے باقی کچھ مسلمان' اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی غالب اکثریت "منافق" تھی۔

اس طویل بحث کے نتیجے میں گناہ کبیرہ سے متعلق آٹھ مسلکوں یا فرقوں کا عقیدہ ہمارے سامنے آ گیا ہے۔ ان آٹھ گروہوں کو ایک دوسری ترتیب سے دیکھیں تو یہ کل چار نظر آئیں گے:

۱) صرف اقرار: یہ کرامیہ کا قول ہے۔ یہ لوگ صرف اقرار و نطق کو ہی کافی سمجھتے ہیں۔ وہ احادیث کو ان کے ظاہری معنی میں لیتے ہیں جن میں کہا گیا ہے "مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا

---

(۱۶) صحیح البخاری کتاب العلم ح ۱۲۷' مذکورہ بالا نوٹ کا غالب حصہ تو ڈاکٹر صاحب کے بیان میں موجود تھا البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول میری طرف سے تائیدی اضافہ ہے (از مرتب)

اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ"۔ کلمہ پڑھ کر اعمال سے چھٹی ہو گئی' اب جو چاہو کرتے رہو۔

۲) صرف تصدیق : یہ اشاعرہ کا مسلک ہے۔ ان کے خیال میں جب دل میں ایمان موجود ہے تو اقرار تو خود بخود ہو ہی جائے گا۔ اِلاَّ یہ کہ انسان مجبور ہو اور مجبور انسان پر عمومی احکام لاگو نہیں ہوتے۔

۳) تصدیق اور اقرار : یہ مُرجئہ اور فقہاء احناف کا قول ہے۔ مُرجئہ کا عقیدہ ہے کہ جب دل میں تصدیق اور زبان پر اقرار موجود ہے تو پھر چاہے گناہ پر گناہ کرتے جاؤ' کوہِ ہمالیہ جتنے گناہ بھی کر لو' پھر بھی آگ میں داخل ہونے کا سوال ہی نہیں۔

تاہم فقہاء احناف کے نزدیک تصدیق و اقرار تو شرطِ ایمان ہے' البتہ اعمال صالحہ ضروری ہیں' شرط نہیں۔ لہٰذا اگر نیکیوں کا پلڑا بھاری ہے تو باذن اللہ جنت میں جائے گا ورنہ سزا پا کر جنت میں جائے گا۔

۴) تصدیق' اقرار اور عمل : یہ مسلک محدثین' معتزلہ اور خوارج کا ہے۔ محدثین اعمال کو ایمان کا حصہ شمار کرتے ہیں۔ البتہ گناہ کبیرہ کی وجہ سے کسی کو ایمان سے خارج نہیں کرتے۔

معتزلہ کے نزدیک گناہ کبیرہ کا مرتکب اسلام سے تو خارج ہو گیا البتہ کفر میں داخل نہیں ہوا کیونکہ ان کے نزدیک اعمال صالحہ ایمان کے لئے شرط کا درجہ رکھتے ہیں۔

خوارج کے نزدیک گناہ کبیرہ کا مرتکب اسلام سے خارج ہو کر کفر میں داخل ہو جاتا ہے اور مُرتد' واجب القتل مباح المال والدم قرار پاتا ہے۔ (جاری ہے)

دعائے مغفرت

ماہنامہ حکمت قرآن اور میثاق کے رکن ادارۂ تحریر حافظ خالد محمود خضر کے والد محترم میاں برکت العلی صاحب ۲۸/ اگست بروز جمعۃ المبارک ۸۴ برس کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ اِنَّا للہ وَاِنَّا اِلَیہ رَاجعون۔ قارئین سے مرحوم کیلئے دعائے مغفرت اور پس ماندگان کیلئے صبر جمیل کی دعا کی درخواست ہے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہُ وَعَافِہٖ وَاعْفُ عَنْہُ وَاَدْخِلْہُ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْہُ حِسَابًا یَسِیْرًا۔ آمین